فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۱۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا سیدنا آدم علیہ السلام کا حج کرنا ثابت ہے؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام کا حج کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہو سکا۔

سوال: نمرود کی ہلاکت کس طرح ہوئی ؟

جواب: نمرود کی ہلاکت کے متعلق کتاب وسنت میں کوئی بات ثابت نہیں، بعض کہتے ہیں کہ نمرود مچھر سے ہلاک ہوا، مگر یہ بات کسی ثقہ روایت میں نہیں ملی۔

سوال: دعا کے لیے سجدہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: دعا کے لیے سجدہ کرنا ثابت نہیں، عبادت وہ ہے، جو قرآن وحدیث سے ثابت ہو، ورنہ بدعت ہوگی۔

❀ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں ہے:

أَمَّا إِذَا سَجَدَ بِغَيْرِ سَبَبٍ فَلَيْسَ بِقُرْبَةٍ وَّلَا مَكْرُوهٍ وَمَا يَفْعَلُ عَقِيبَ الصَّلَوَاتِ مَكْرُوهٌ؛ لِأَنَّ الْجُهَّالُ يَعْتَقِدُونَهَا سُنَّةً أَوْ وَاجِبَةً وَكُلُّ مُبَاحٍ يُؤَدِّي إِلَيْهِ فَمَكْرُوهٌ، هٰكَذَا فِي الزَّاهِدِيِّ .

’’جب کوئی شخص بغیر کسی سبب کے سجدہ کرے، تو یہ نہ تو ثواب ہے، نہ مکروہ۔ البتہ نمازوں کے بعد جو سجدہ کیا جاتا ہے، یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ جاہل لوگ اسے

سنت یا واجب سمجھتے ہیں۔ ہر وہ مباح حکم، جس کی وجہ سے کسی عمل کو سنت یا واجب سمجھا جانے لگے، وہ مکروہ ہے۔ زاہدی میں اسی طرح لکھا ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:1/136، درمختار،ص105، شامی:2/120، حاشیۃ الطحطاوی،ص500)

(سوال): درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوبٌ لَّخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهٖ، وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةُ عِيسٰى بِي، وَالرُّؤْيَا الَّتِي رَأَتْ أُمِّي، وَكَذٰلِكَ أُمَّهَاتُ النَّبِيِّينَ يَرَيْنَ، أَنَّهَا رَأَتْ حِينَ وَضَعَتْنِي أَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَ تْ مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ.

''آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں پروئے گئے تھے کہ مجھے اللہ نے خاتم النبیین لکھ دیا تھا، میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا خواب ہوں، میری پیدائش کے ایام میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ان سے ایک روشنی پھوٹی ہے اور اس نے شام کے محلات کو منور کر دیا ہے، انبیا کی مائیں ایسے ہی خواب دیکھتی ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 4/127، تفسير الطّبري :1/566، 28/87، واللّفظ لهٗ، تفسير ابن أبي حاتم : 1264، طبقات ابن سعد :1/148ـ149، تاريخ المدينة لعمر بن شبة : 2/636، المَعرِفة والتّاريخ ليعقوب بن سفيان الفَسوي : 2/345، المُعجم الكبير للطّبراني : 18/252، مسند الشّاميين للطّبراني : 1939، المستدرك للحاكم : 2/418،

(دلائل النّبوة للبيهقي :1/80، 389-390، 130/2)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (6404) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' بھی کہا ہے۔

(سیر أعلام النُّبلاء :1/47)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے نبوت کے بعد اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کے لیے اجازت مانگی، تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی، مگر ان کے حق میں استغفار کی اجازت نہ دی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهٖ، فَبَكٰى وَأَبْكٰى مَنْ حَوْلَهٗ، فَقَالَ : اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَاسْتَأْذَنْتُهٗ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ .

''نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رولا دیا، فرمایا: میں نے اپنے رب سے ماں کے لیے استغفار کی اجازت مانگی، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہ دی، البتہ قبر کی زیارت کی اجازت مانگی، تو اجازت دے دی، لہٰذا قبروں کی زیارت کیا کریں، یہ موت یاد دلاتی ہیں۔''

(صحیح مسلم : 976)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

تُوُفِّيَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ ثَمَانِ سِنِينَ وَكَانَ خَلْفَ جَنَازَتِهٖ يَبْكِي حَتّٰى دُفِنَ بِالْحَجُونِ .

''عبد المطلب فوت ہوئے، تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ برس تھی، عبد المطلب کا جنازہ جا رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے پیچھے رو رہے تھے، یہاں تک کہ انہیں ''حجون'' مقام میں دفن کر دیا گیا۔''

(أخبار مكة للأزرقي :315/1)

(جواب): روایت ضعیف و منکر ہے۔ صاحب کتاب ازرقی کی توثیق نہیں۔

(سوال): کیا مسند ربیع بن حبیب ثابت کتاب ہے؟

(جواب): مسند ربیع بن حبیب بے سند اور غیر ثابت کتاب ہے۔ صاحب کتاب ربیع بن حبیب مجہول ہے۔

❀ محدث البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلرَّبِيعُ بْنُ حَبِيبٍ إِبَاضِيٌّ مَجْهُولٌ لَيْسَ لَهٗ ذِكْرٌ فِي كُتُبِ أَئِمَّتِنَا، وَمُسْنَدُهٗ هٰذَا هُوَ صَحِيحُ الْإِبَاضِيَّةِ، وَهُوَ مَلِيءٌ بِالْأَحَادِيثِ الْوَاهِيَةِ وَالْمُنْكَرَةِ .

''ربیع بن حبیب فرقہ اباضیہ سے تعلق رکھتا تھا، یہ مجہول ہے، ہمارے ائمہ کی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں۔ اس سے منسوب مسند فرقہ اباضیہ کے ہاں ''صحیح'' کا درجہ رکھتی ہے، یہ ضعیف اور منکر روایات سے لبریز ہے۔''

(سلسلة الأحاديث الضّعيفة، تحت الرقم : 2789)

(سوال): کیا جنت میں بچوں کی پیدائش ہوگی؟

(جواب): جنت میں بچوں کا توالد ہوگا۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ، كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ وَسِنُّهُ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ، كَمَا يَشْتَهِي .

''مؤمن جب جنت میں بچے کی خواہش کرے گا، تو جیسے ہی وہ خواہش کرے گا، لمحہ بھر میں حمل، پیدائش اور پرورش ہو جائے گی۔''

(سنن التّرمذي : 2563، سنن ابن ماجه : 4338، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۷۴۰۴) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ علامہ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ عِنْدِي عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ .

''میرے مطابق یہ حدیث مسلم کی شرط پر (صحیح) ہے۔''

(صِفة الجنّة، تحت الرقم : 138)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ عَلٰى شَرْطِ الصَّحِيحِ، فَرِجَالُهٗ مُحْتَجٌّ بِهِمْ فِيهِ .

''حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ کی سند صحیح (مسلم) کی شرط پر ہے، اس کے راوی قابل حجت ہیں۔''

(حادي الأرواح، ص 242)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلٰى ثِقَتِهٖ.

''ابو صدیق ناجی بالاجماع ثقہ ہیں۔''

(تاريخ الإسلام: 191/3)

سوال: ابن زبالہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: محمد بن حسن بن زبالہ مدنی ''متروک و کذاب'' ہے۔

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ سَاقِطٌ بِالْجُمْلَةِ مُتَّفَقٌ عَلٰى إِطْرَاحِهٖ.

''یہ بالاتفاق ساقط اور متروک ہے۔''

(التّوضيح: 532/12)

سوال: فقہائے احناف اور ان کی کتابوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: فقہ حنفی فقہ محدثین سے مختلف ہے، حنفی فقہا محدثین عظام کے علم وعمل کے مخالف تھے۔ انہوں نے علم نبوت کے مقابلہ میں علم کلام کی ترویج کی۔ یہ سند اور فقہ اسلامی سے بے بہرہ تھے، اس لیے ان کے عقائد ائمہ اہل سنت سے موافقت نہیں رکھتے۔ اصل علم تو محدثین کا تھا، احناف کا علمی منہج محدثین کے منہج کے برخلاف ہے، اس لیے ان میں علمی اور دینی حوالہ سے حزم واحتیاط نہیں، ان کی کتابیں جھوٹی روایات سے اَٹی پڑی ہیں۔

۞ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اسْتَجَازَ بَعْضُ فُقَهَاءِ الْعِرَاقِ نِسْبَةَ الْحُكْمِ الَّذِي دَلَّ عَلَيْهِ

الْقِيَاسُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسْبَةً قَوْلِيَّةً، وَحِكَايَةً نَقْلِيَّةً، فَيَقُولُ فِي ذٰلِكَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا وَكَذَا؛ وَلِذٰلِكَ تَرٰى كُتُبَهُمْ مَشْحُونَةً بِأَحَادِيثَ مَرْفُوعَةٍ، تَشْهَدُ مُتُونُهَا بِأَنَّهَا مَوْضُوعَةٌ، لِأَنَّهَا تُشْبِهُ فَتَاوَى الْفُقَهَاءِ، وَلَا تَلِيقُ بِجَزَالَةِ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ، مَعَ أَنَّهُمْ لَا يُقِيمُونَ لَهَا صَحِيحَ سَنَدٍ، وَلَا يُسْنِدُونَهَا مِنْ أَئِمَّةِ النَّقْلِ إِلٰى كَبِيرِ أَحَدٍ، فَهٰؤُلَاءِ قَدْ خَالَفُوا ذٰلِكَ النَّهْيَ الْأَكِيدَ، وَشَمِلَهُمْ ذٰلِكَ الذَّمُّ وَالْوَعِيدُ .

''عراق کے بعض (حنفی) فقہا نے کھلم کھلا یہ جسارت کی ہے کہ قیاس پر مشتمل حکم کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسے کی ہے کہ گویا وہ آپ ﷺ کا قول ہو اور آپ ﷺ سے منقول حدیث ہو۔ وہ (جھوٹ موٹ) کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے ایسے ایسے فرمایا۔ اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ سے منسوب ایسی احادیث کی بھرمار ہے، جن کے الفاظ بول بول کر کہہ رہے ہیں کہ وہ جھوٹی اور من گھڑت ہیں۔ (انہوں نے جھوٹی احادیث اس لیے بیان کیں،) کیونکہ وہ احادیث ان کے فقہا کے فتاویٰ کے موافق تھیں۔ (اس پر سہاگہ یہ کہ) ان احادیث کے الفاظ سید الانبیاء ﷺ کی فصاحت سے مطابقت نہیں رکھتے۔ حنفی فقہا نے ان احادیث کی نہ صحیح سند ذکر کی، نہ محدثین کی کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ (اس بنا پر) حنفی فقہا نے (حدیث:

’’جس نے جانتے بوجھتے مجھ پر جھوٹ بولا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔‘‘ میں مذکور) شدید ممانعت کی مخالفت کر دی اور وہ اس (حدیث میں مذکور) مذمت اور وعید کے مستحق ٹھہرے۔‘‘

(المُفهم :115/1)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے، نیز اس کا مفہوم کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْمِرَاءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ .

’’قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔‘‘

(سنن أبي داود : 4603)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۷۴، ۱۲۶۴) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲۲۳/۲) نے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

تَأَوَّلَهُ بَعْضُهُمْ عَلَى الْمِرَاءِ فِي قِرَاءَتِهِ، وَهُوَ أَنْ يُنْكِرَ بَعْضَ الْقِرَاءَاتِ الْمَرْوِيَّةِ، وَقَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ الْقُرْآنَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَتَوَعَّدَهُمْ بِالْكُفْرِ، لِيَنْتَهُوا عَنِ الْمِرَاءِ فِيهَا، وَالتَّكْذِيبِ بِهَا، إِذْ كُلُّهَا قُرْآنٌ مُنْزَلٌ، يَجِبُ الْإِيمَانُ بِهِ .

’’بعض اہل علم نے اس حدیث کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم کی قرائتوں میں جھگڑنا ہے، وہ اس طرح کہ کسی مروی (ثابت) قرائت کا انکار کر دے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سات قرائتوں میں نازل کیا

ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو کفر کی وعید سنا دی، تا کہ وہ ان قرائتوں میں جھگڑا کرنے اور ان کی تکذیب کرنے سے باز رہیں، کیونکہ سب قرائتیں ہی قرآن منزل ہیں، ان پر ایمان لانا واجب ہے۔''

(شرح السّنة :261/1)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

يُحَرَّمُ الْمِرَاءُ فِي الْقُرْآنِ وَالْجِدَالُ فِيهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَمِنْ ذٰلِكَ أَنْ يَظْهَرَ فِيهِ دَلَالَةُ الْآيَةِ عَلٰى شَيْءٍ يُخَالِفُ مَذْهَبَهٗ وَيَحْتَمِلُ احْتِمَالًا ضَعِيفًا مُوَافَقَةَ مَذْهَبِهٖ فَيَحْمِلُهَا عَلٰى مَذْهَبِهٖ وَيُنَاظِرُ عَلٰى ذٰلِكَ مَعَ ظُهُورِهَا فِي خِلَافِ مَا يَقُولُ، وَأَمَّا مَنْ لَا يَظْهَرُ لَهٗ ذٰلِكَ فَهُوَ مَعْذُورٌ .

''قرآن میں بغیر حق کے جھگڑنا حرام ہے، مثلاً کسی آیت کی دلالت اس معنی میں زیادہ واضح ہو، جو اس کے مذہب کے خلاف ہے اور اس کے مذہب کی موافقت میں آیت کی دلالت کمزور ہو، تو وہ اس آیت کو اپنے مذہب کے موافق موقف پر محمول کر دے اور اس پر (مخالف سے) مناظرہ کرے، حالانکہ آیت کا مدلول اس کے مذہب کے خلاف واضح ہے، البتہ جسے (اپنے مخالف مذہب پر) آیت کی دلالت کا علم نہ ہو، تو وہ معذور ہے۔''

(التّبيان في آداب حَمَلَةِ القرآن، ص 168)

۞ علامہ طاہر پٹنی رحمہ اللہ (٩٨٦ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ أَنْ يَرُومَ تَكْذِيبَ الْقُرْآنِ بِالْقُرْآنِ لِيَدْفَعَ بَعْضَهٗ بِبَعْضٍ،

فَيَنْبَغِي أَنْ يَجْتَهِدَ فِي التَّوْفِيقِ بَيْنَ الْمُتَخَالِفَيْنِ عَلٰى وَجْهٍ يُوَافِقُ عَقِيدَةَ السَّلَفِ، فَإِنْ لَمْ يَتَيَسَّرْ لَهٗ فَلْيَكِلْهُ إِلَى اللّٰهِ، وَقِيلَ : هُوَ الْمُجَادَلَةُ فِيهِ وَإِنْكَارُ بَعْضِهَا، وَقِيلَ : الْمُرَادُ هُنَا الشَّكُّ، وَقِيلَ : أَرَادَ الشَّكَّ فِي قِرَاءَةٍ صَحِيحَةٍ لَمْ يَسْمَعْهَا .

''حدیث کا معنی یہ ہے کہ قرآن کو قرآن کے ذریعہ جھٹلا دینا، تاکہ قرآن کے بعض حصہ کو بعض کے ذریعہ ٹھکرا دیا جائے۔لہٰذا عالم کو چاہیے کہ دو (ظاہری طور پر) مخالف آیات کے مابین ایسی تطبیق دے کہ وہ عقیدہ سلف کے موافق ہو جائے۔اگر وہ تطبیق نہیں دے سکتا، تو اس کا علم اللہ کے سپرد کر دے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قرآن میں جھگڑنا اور اس کے بعض حصہ کا انکار کرنا ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں جھگڑنے سے مراد شک کرنا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد کسی ایسی صحیح قرأت میں شک کرنا، جسے اس نے (پہلے) نہ سنا ہو۔''

(مَجمع بحار الأنوار : 568/4)

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

ذَكَاةُ الْأَرْضِ يَبَسُهَا .

''زمین کی پاکی اس کا خشک ہونا ہے۔''

(الهِداية : 37/1)

جواب: بے سند روایت ہے، نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے۔

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی ﷫ فرماتے ہیں:

قَالَ أَهْلُ الْحَدِيثِ : إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ لَا يُعْرَفُ لَهٗ إِسْنَادٌ أَصْلًا .

''محدثین کہتے ہیں: ''اس حدیث کی سرے سے سند ہی معلوم نہیں۔''

(التّنبیه علی مُشكِلات الهِداية : 437/1، 715/5)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِحْتَجَّ بِهِ الْحَنَفِيَّةُ وَلَا أَصْلَ لَهٗ فِي الْمَرْفُوعِ .

''احناف نے اس روایت سے حجت پکڑی ہے، جبکہ اس کا مرفوع ہونا بے اصل ہے۔''

(التّلخيص الحبير : 183/1)

❁ ابو جعفر باقر رحمہ اللہ سے مروی ہے:

ذَكَاةُ الْأَرْضِ يَبَسُهَا .

''زمین کی پاکی اس کا خشک ہونا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 624)

سند ضعیف ہے۔ محمد بن مہاجر کوفی کی معتبر توثیق نہیں، اس کی بعض روایات پر کلام ہے۔

فائدہ:

درست یہ ہے کہ زمین ناپاک ہو اور سورج کی تپش اور ہوا اسے خشک کر دے، تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔

❁ ابو قلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا جَفَّتِ الْأَرْضُ فَقَدْ زَكَتْ .

''جب زمین خشک ہو جائے، تو پاک ہو جاتی ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 625، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا نماز میں صرف ایک طرف سلام پھیرنا جائز ہے؟

جواب: فرض نماز میں ایک سلام کے متعلق مرفوع روایات ساری کی ساری ضعیف وغیر ثابت ہیں، البتہ بعض آثارِ صحابہ وتابعین میں ایک سلام کا ذکر ہے۔ اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ فعل نبوی کے مطابق فرض نماز میں دونوں طرف سلام پھیرا جائے۔

صحابہ کرام وتابعین عظام کے آثار سے فرض نماز میں بھی ایک طرف سلام پر اکتفا کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ محدثین کرام سے اس کی مخالفت ثابت نہیں ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ أَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يُجِيزُ صَلَاةَ مَنِ اقْتَصَرَ عَلٰى تَسْلِيمَةٍ، وَأُحِبُّ أَنْ يُسَلِّمَ تَسْلِيمَتَيْنِ لِلْأَخْبَارِ الدَّالَّةِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''جن اہل علم کو میں جانتا ہوں، ان سب کے نزدیک نماز میں ایک سلام پر اکتفا کرنے والے کی نماز صحیح ہے۔ البتہ میں پسند کرتا ہوں کہ دو سلام کہے جائیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے مروی احادیث اسی پر دلالت کناں ہیں۔''

(الأوسط : 223/3)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً .

''آپ رضی اللہ عنہ ایک سلام پھیرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :300/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حمید طویل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسٍ فَكَانَ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ .

''میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ رضی اللہ عنہ نے صرف ایک طرف سلام پھیرا اور ''السلام علیکم'' کہا۔''

(الأوسط لابن المنذر : 1546، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

إِنَّهَا كَانَتْ تُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً وَّاحِدَةً قُبَالَةَ وَجْهِهَا .

''آپ رضی اللہ عنہا سامنے کی طرف ایک سلام پھیرا کرتی تھیں۔''

(صحيح ابن خزيمة : 730، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يُسَلِّمُ وَاحِدَةً .

''آپ رحمہ اللہ ایک سلام پھیرا کرتے تھے۔''

(صحيح ابن خزيمة :731، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً .

''آپ رحمہ اللہ ایک سلام پھیرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :300/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سوید بن غفلہ رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً .

''آپ رحمہ اللہ ایک سلام پھیرا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :300/1، وسندہٗ حسنٌ)

❁ حمید طویل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، فَسَلَّمَ وَاحِدَةً .

''میں نے امام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی اقتدا میں نماز ادا کی، تو آپ رحمہ اللہ نے ایک سلام پھیرا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :300/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ عبد اللہ بن عون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُمَا كَانَا يُسَلِّمَانِ تَسْلِيمَةً عَنْ أَيْمَانِهِمَا .

''حسن بصری اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ دائیں جانب ایک سلام پھیرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :300/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ ابو وائل رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً .

''آپ رحمہ اللہ ایک سلام پھیرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :300/1، وسندہٗ صحيحٌ)

مرفوع روایات:

اس بارے میں تمام مرفوع روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ فِي التَّسْلِيمَةِ شَيْءٌ .

''ایک سلام پھیرنے کے بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔''

(الضُّعفاء الكبير :177/1)

۞ حافظ ابن عبد البر ﷫ فرماتے ہیں:

إِنَّهَا مَعْلُولَةٌ لَا يُصَحِّحُهَا أَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ .

''(ایک سلام کے متعلق، جتنی روایات ہیں،) وہ ضعیف ہیں، محدثین انہیں ثابت نہیں سمجھتے۔''

(الاستذكار :489/1، التّمهيد : 188/16)

۞ حافظ نووی ﷫ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْاِقْتِصَار عَلٰى تَسْلِيمَةٍ وَّاحِدَةٍ شَيْءٌ ثَابِتٌ .

''ایک سلام پر اکتفا کرنے کے بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔''

(خلاصة الأحكام :346/1)

۞ سیدہ عائشہ ﷞ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ نماز میں سامنے کی طرف ایک سلام پھیرتے تھے۔''

(سنن التّرمذي : 296، سنن ابن ماجه : 919، صحيح ابن خزيمة : 729، صحيح ابن حبان : 1995، المستدرك للحاكم :603/1)

ضعیف و منکر روایت ہے۔ زہیر بن محمد مکی سے اہل شام کی روایت ضعیف و منکر ہوتی ہے۔

۞ امام بخاری ﷫ فرماتے ہیں:

أَهْلُ الشَّامِ يَرْوُونَ عَنْهُ مَنَاكِيرَ .

''اہل شام زہیر بن محمد سے منکر روایات بیان کرتے ہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 296)

امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، هُوَ عَنْ عَائِشَةَ مَوْقُوفٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔(درست یہی ہے کہ) یہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوف ہے۔''

(عِلل الحديث : 340/2)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ مَرْفُوعًا .

''اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔''

(التّمهيد :207/11)

حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اس حدیث کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(خلاصة الأحكام :445/1)

ایک سلام کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا عمل ثابت ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّم كَانَ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سلام پھیرتے تھے۔''

(مسند البزّار : 7267)

سند ضعیف ہے۔

① شعیب بن بیان متکلم فیہ ہے۔

② قتادہ کا عنعنہ ہے۔

❁ اس کی ایک اور سند بھی ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3072، مسند البزّار [كشف الأستار] : 566)

سند ضعیف ہے۔ایوب سختیانی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔

❁ **حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

لَمْ يَسْمَعْ أَيُّوبُ مِنْ أَنَسٍ عِنْدَهُمْ شَيْئًا .

''ایوب سختیانی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔''

(الاستذكار : 491/1)

❁ تیسری سند بھی مروی ہے۔

(مسند الشّاميين : 1696)

سند باطل ہے۔

① سلیمان بن سلمہ خبائری ''متروک'' ہے۔

② ابراہیم بن محمد بن عرق حمصی ''مجہول الحال'' ہے۔

③ بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتے تھے، اوپر تک سماع چاہیے۔

④ زہری کا عنعنہ ہے۔

❁ چوتھی سند بھی ہے۔

(المعجم الأوسط للطّبراني : 8473)

اس روایت کا مرفوع ہونا خطا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے ایک سلام کے متعلق کوئی روایت ثابت نہیں، جیسا کہ اہل علم نے صراحت کر دی ہے، البتہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک سلام پھیرنا ثابت ہے۔

❀ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى، فَسَلَّمَ مَرَّةً وَاحِدَةً .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ ﷺ نے ایک سلام پھیرا۔''

(سنن ابن ماجه : 920)

سند ضعیف ہے۔ یحییٰ بن راشد مازنی بصری ''ضعیف'' ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الدّراية : 159/1)

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ وَاحِدَةً فِي الصَّلَاةِ قِبَلَ وَجْهِهٖ فَإِذَا سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهٖ سَلَّمَ عَنْ يَسَارِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ سامنے کی طرف ایک سلام پھیرتے تھے، جب دائیں طرف سلام پھیرتے تھے، تو بائیں طرف بھی سلام پھیرتے تھے۔''

(سنن الدّارقطني : 1353)

سند ضعیف ہے۔

① روح بن عطاء بن ابی میمونہ ''ضعیف'' ہے۔

② نعیم بن حماد مروزی ''کثیر الخطا'' ہیں۔

③ حسن بصری کا عنعنہ ہے۔

❁ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَّمَ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً تِلْقَاءَ وَجْهِهِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے کی طرف ایک سلام پھیرتے تھے۔''

(سنن ابن ماجه : 918)

سند ضعیف ہے۔ عبدالمہیمن بن عباس ''ضعیف'' ہے۔

۞ حافظ ابن حجر اور حافظ بوصیری رحمہما اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الدّراية :1/169 ، مِصباح الزُّجاجة :1/114)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ فِي آخِرِ الصَّلَاةِ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آخر میں ایک سلام پھیرتے تھے۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 1583)

سند ضعیف ہے۔ مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر مدنی ''ضعیف'' ہے۔

۞ علامہ ابن مفلح مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُونَ .

''اکثر محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(الآداب الشّرعيّة :1/437)

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(مَجمع الزَّوائد : 37/8، 25/1)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسلَّمَ سَلَّمَ بِتَسْلِيمَةٍ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام پھیرا۔''

(الكامل لابن عدي : 271/2)

سند ضعیف ہے۔

① بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتے تھے، آخر تک سماع کی تصریح درکار ہے۔

② زہری کا عنعنہ ہے۔

فائدہ:

حسن بصری اور عطاء بن یسار سے مرسل روایات بھی مروی ہیں۔ مرسل ہونے کے ساتھ دونوں کی سند ضعیف و غیر ثابت ہے۔

(سوال): یوسف بن خالد سمتی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): یوسف بن خالد سمتی جہمی، متروک اور کذاب تھا۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ عَلٰى كِذْبِهٖ أَهْلُ بَلَدِهٖ .

''اس کے علاقہ کے لوگوں کا اس کے جھوٹا ہونے پر اجماع ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 497/8)